اسلام کے پردے میں الحاد

(شیخ ابو زہرہ، پروفیسر قانون اسلامی قاہرہ یونیورسٹی، مصر

[محترم مقالہ نگار شیخ ابو زہرہ کا خطاب مصر کے متجددین کی طرف ہے مصر کے متجددین بعض دوسرے اسلامی ممالک کے متجددین سے مختلف نہیں ہیں بلکہ دو چار قدم آگے ہیں۔ وہاں اس گروہ کی تعداد اگرچہ زیادہ نہیں ہے لیکن حکام کی سرپرستی ہونے کی وجہ سے ان کو اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے ہر طرح کے وسائل و ذرائع مہیا ہیں۔ مترفین کا طبقہ اور وہاں کا فحش نگار اور فسق پرور پریس ان کی خوب پیٹھ ٹھونک رہا ہے۔ ان حضرات کا فتویٰ ہے کہ سود حلال ہے، ملکی معیشت اس کے بغیر مضبوط نہیں ہو سکتی۔ "تنظیم النسل" مباح ہے۔ رقص جائز ہے، رقاصہ عورتوں کا عریاں لباس قابلِ اعتراض نہیں ہے کیونکہ لباس نے زمانہ کے ساتھ ترقی کی ہے اور دین بھی ترقی پذیر ہے اس لیے ایسی عورتوں کے لباس کو اگر "لباسِ شرعی" کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا مرد و زن کے عام اختلاط میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ "وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (اور تم عورتیں اپنے گھروں میں قرار سے رہو) میں بیوت" سے مراد گھر نہیں ہے بلکہ سوسائٹی ہے۔ مرد کو عورت کا قوام بنانا استعمار پرستانہ نظریہ ہے۔ قومی ضرورت کے پیش نظر روزہ ترک کیا جا سکتا ہے۔ شراب نوشی جائز بلکہ "کارِ ثواب" ہے۔ الغرض شریعت کا کوئی شعبہ خواہ وہ شخصی قوانین سے تعلق رکھتا ہو یا عبادات و معاملات سے اس گروہ کا نشانۂ تحریف و تنسیخ بننے سے محفوظ نہیں رہا۔

یہ مسندِ افتاء پر متمکن ہونے والے حضرات صرف مرد ہی نہیں ہیں بلکہ ان میں بیگمات کی ایک جماعت بھی شامل ہے جو مصلحت اور تقاضاتے حالات کی

اوٹ میں دین کے ساتھ کھیلنے میں مصروف ہے۔ دین سے ان کو جو کچھ دلچسپی ہے اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ ان کی آنکھوں کے سامنے فراعنہ کے اسٹیچو نصب کیے جاتے ہیں اور ملحد شاعروں کی برسیاں منائی جاتی ہیں جن میں یہ خود ذوق و شوق سے حصہ لیتے ہیں لیکن ابن تیمیہؒ کی برسی منانے کی تجویز جب سامنے آتی ہے تو طرح طرح کے اعتراض وارد کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

مصر کے جدید نظام میں شہری اور دیہاتی علاقوں کی یونین کونسلیں بن چکی ہیں جن کے ہاتھ میں نہ صرف لوگوں کے نکاح و طلاق کے اختیارات ہیں بلکہ سماجی اصلاح کے فرائض بھی انہی کے کندھوں پر ہیں۔ ان نئے چودھریوں نے سماجی اصلاح کا جو راستہ اختیار کر رکھا ہے اس کا اندازہ صرف اس ایک مثال سے لگایا جا سکتا ہے۔ علاقہ سوہاج کے محافظ (ڈویژنل آفیسر) نے سوہاج کی "نیشنل یونین کونسل" کی انتظامیہ کی میٹنگ میں شرکت کی اور انتظامیہ کے ارکان کو توجہ دلائی کہ "سوہاج میں ابھی تک بعض خواتین پردے پر کاربند ہیں، ان عورتوں کو ترک پردہ کی دعوت دی جائے تاکہ یہ بھی قافلۂ ترقی کا ساتھ دے سکیں۔" (روزنامہ الجمہوریہ)

اس تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ الحمد للہ مصر کے مسلمان عوام اور علماء کی کثیر جماعت "مجددین" اور "مصلحین" کی ان حرکات سے نہ صرف بیزار ہے بلکہ سختی کے ساتھ ان کا نوٹس لے رہی ہے اور ان کی خرافات کو اٹھا کر ان کے منہ پر مار رہی ہے۔ چنانچہ جب کبھی وہاں کے "روشن خیال مفکرین" نے سود، عائلی معاملات، اجتہاد و قانون سازی کے اختیارات اور اسی قبیل کے دیگر مسائل سے متعلق احکام شریعت کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، اسی وقت علمائے حق کی کثیر تعداد نے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی صورت میں بھی اسلام کے صحیح احکام کو پیش کر کے حق اور باطل کے درمیان امتیاز قائم کر دیا ہے۔ شیخ ابو زہرہ کا مندرجہ ذیل مضمون جسے

ہم نے قاہرہ کے مشہور ماہنامہ "لواء اسلام" سے لیا ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے — خ ح]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

ترکت فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا بعدی ابداً، کتاب اللہ و سنتی۔

مَیں تمہارے اندر دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے ان کو پکڑ لیا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے: ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میری سنت۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ، فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (نساء: ۵۹)

اے ایمان لانے والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریقہ ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَنْ يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ

اے نبی، تم نے دیکھا نہیں ان لوگوں کو جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں اُس کتاب پر جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور ان کتابوں پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں مگر چاہتے یہ ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ کرانے

اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (نساء: ۶۰)

کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کریں حالانکہ انہیں طاغوت سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا تھا، شیطان انہیں بھٹکا کر راہ راست سے بہت دور لے جانا چاہتا ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (نساء: ۶۵)

پس نہیں (اے محمدؐ) تیرے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو اپنا حَکَم نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں بلکہ سربسر تسلیم کر لیں۔

قرآن اور سنت کے یہ صریح احکام بتا رہے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان جو چیز امتیاز قائم کرتی ہے وہ یہ ہے کہ رسول جو ہدایت لے کر آیا ہے اُس کو سچا تسلیم کیا جائے، اُس کے آگے جھکا جائے، اور یہ یقین کر لیا جائے کہ اتباعِ رسول میں ہی انسان کی مصلحت ہے۔ قرآنِ کریم نے یہ صراحت کر دی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان پر بلا جھجک کاربند ہو جانا چاہیے اور جن کاموں سے منع کیا ہے اُن سے بلا تامل دستبردار ہو جانا چاہیے۔ کسی مومن کے شایانِ شان نہیں ہے کہ اللہ اور اس کے رسُول نے اُس کے لیے جو راستہ تجویز کیا ہو اُس سے رُوگردانی کر کے اپنی مرضی سے کوئی دوسرا راستہ منتخب کرے۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ (احزاب: ۳۶)

اور کسی ایمان دار مرد اور ایماندار عورت کا یہ کام نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے لیے کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے معاملے میں اپنا اختیار چلائیں۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔

بکثرت صحیح احادیث میں یہ حکم وارد ہے کہ خدا و رسول کے احکام سے ہٹ کر جو چیز لائی جائے اُسے فوراً لانے والے کے مُنہ پر مار دینا چاہیے۔

خدا اور رسول کے قطعی احکام اور شریعت کی واضح حدود سے جو شخص تجاوز کرتا ہے وہ گمراہ اور بھٹکا ہوا ہے۔ اور جو ان پر قائم رہتا ہے وہ ایسی شاہراہ پر گامزن ہے جس میں کوئی خم و پیچ نہیں ہے، نہ بہکنے اور بھٹکنے کی کوئی گنجائش ہے اور نہ فساد فی الارض کا احتمال ہے لیکن قرآن و سنت کی اس حکیمانہ تعلیم اور محکم نظام کے باوجود مسلمان قوم کے اندر ایک ایسا گروہ نمودار ہو گیا ہے جو اسلام سے ناک بھوں چڑھا رہا ہے۔ اللہ کے کلام کو فضول سمجھتا ہے اور شریعت کے احکام کو متروک ٹھہراتا ہے۔ بلکہ اس گروہ کے بعض افراد تو بڑی بے شرمی کے ساتھ احکام شریعت کو تمسخر اور استہزاء کا نشانہ بنا رہے ہیں چنانچہ ایک قانون دان سے وراثت کے ایک مقدمہ میں جب یہ دریافت کیا گیا کہ کیا اس میں شرعی احکام کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ تو وہ صاحب اس رائے کا مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگے: کیا آپ نہیں جانتے کہ مُلّا کہتا ہے لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوتا ہے) — گویا ان کے نزدیک نعوذ باللہ خود اللہ تعالیٰ بھی مُلّا ہے، کیونکہ یہ حکم اُسی نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:

اس گروہ کے کچھ افراد وہ ہیں جو اسلام کی مضبوط اور مستحکم رسّی کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے خاص منصوبہ اور تدریج کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ان لوگوں کی زبانیں بکثرت "زمانہ کے حالات" اور "مصلحت کے تقاضوں" کے الفاظ دُہراتی رہتی ہیں۔ یہ بار بار کہتے ہیں کہ اسلام کی خیر اسی میں ہے کہ وہ ترقی کے راستہ کا پتھر بننے کے بجائے زمانہ کے ساتھ چلے۔ ان کا ارشاد ہے کہ اسلام کا اس وقت تک بول بالا نہیں ہو گا جب تک وہ زمان و مکان کے مطالبات کے سامنے نہیں جُھکے گا۔ گویا ان لوگوں کی قاموس میں اسلام کی بالاتری کے معنی یہ ہیں کہ اہلِ زمانہ — نہ کہ اصحاب علم و بصیرت — جس چیز کو اختیار کریں اسلام اُن کے آگے

سرنگوں ہو جاتے بعض اوقات یہ لوگ بڑی پوچ باتیں کرتے ہیں اور اپنے ادعائے دانشمندی کے باوجود ایسے بھونڈے خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ ایک ذی عقل انسان سن کر ہنسے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ ہنسی کیا ہے، ماتم ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ لوگ پہلے منکرات اور افعالِ قبیحہ کو رواج دیتے ہیں اور پھر احکامِ الٰہی کو انہی کے تابع کرنے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً یہ کہتے ہیں کہ اسلام غسل کے وقت سر کے بالوں کو دھونے کی شرط کیوں عائد کرتا ہے۔ یہ شرط ان عورتوں کے لیے موجبِ حرج و تنگی ہے جو ہیر ڈریسر سے بال بنواتی ہیں۔ پھر یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ چونکہ یہ شرط ایسی عورتوں کو غسل کے تمام احکام سے بیزار کر دے گی اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ غسل میں سر پر صرف مسح کو کافی سمجھا جائے۔ اور جب ہم اُن سے گزارش کرتے ہیں کہ غسل میں سر کا دھونا واجب ہے تو ارشاد ہوتا کہ یہ بیگمات بالوں کی تراش خراش پر جو رقم خرچ کرتی ہیں کیا اس پر پانی پھیرنا چاہتے ہو؟ اس طرح تو دین میں تنگی پیدا ہو گی، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: " مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (اس نے تم پر دین کے معاملے میں تنگی روا نہیں رکھی)، لیکن ہم ان حضرات سے پوچھتے ہیں کہ آخر عورت کو سر دھونے کے لیے کتنے دشوار گزار مراحل سے گزرنا پڑتا ہے؟ کیا وہ مہینوں اسے بلا دھوئے رکھے گی؟ اور پھر مسلمانوں کے شہروں اور بستیوں میں اس نوعیت کی عورتوں کی کتنی تعداد ہے؟ کیا مسلمان قوم کے اندر ایسی عورتوں کا تناسب شاذ و نادر کے حکم میں نہیں ہے؟ محلات کو چھوڑ کر عام شہری آبادی کے اندر ان کی تعداد ایک فی ہزار سے متجاوز نہیں ہے۔ دیہاتی آبادی میں تو یہ تناسب اور بھی گھٹ جاتا ہے۔ کیا ان گنتی کی چند بیگمات کی خاطر ہم اپنے پروردگار کی شریعت کو تبدیل کر دیں اور اپنے نبی کی سنت کو ساقط کر دیں اور ثابت شدہ حقائق کا چہرہ مسخ کر کے رکھ دیں؟ چند افراد کے انحراف سے شریعت کی تبدیلی تو کجا خود ان منحرفین کی سرکوبی لازم آتی ہے کیونکہ یہ فطرتِ انسانی سے بغاوت کر رہے ہیں اور اس کے حسین چہرے پر سیاہی لیپ رہے ہیں

اس ایک چھوٹی سی مثال سے سمجھا جا سکتا ہے کہ احکام دین کا قلادہ گلے سے اُتارنے کے لیے کیا کیا حیلے بہانے تراشے جاتے ہیں اور کس طرح دین کو اپنی خواہشات کا غلام بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: لا یومن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک اُس کی خواہش میری لائی ہوئی ہدایت کے تابع نہ ہو جائے)

علیٰ ہذا القیاس اس گروہ کے لوگ نفس کی آگ بجھانے کے لیے اہل یورپ کی نقالی میں پہلے تو خود ہی ایک بدعت قائم کرتے ہیں، پھر اُسے واجب الاتباع شریعت کا رنگ دینے کے لیے کتاب وسنت کے ثابت شدہ احکام میں تحریف کے درپے ہو جاتے ہیں اور مصلحتِ وقت کی آڑ لے کر ناقابلِ تردید حق کو اپنے نفس کے احکام کے آگے جھکا دینا چاہتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ (اگر حق ان کی خواہشوں کے تابع ہو جاتا تو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے اندر ہے ان میں فساد رونما ہو چکا ہوتا۔ مومنون: ۷۱)

شریعت انسانوں پر حاکم بن کر آئی ہے اور یہ اُس نظام کی دعوت دیتی ہے جو اپنی فطرت میں افضل واولیٰ نظام ہے اور قانونِ اخلاق کی طرح حکم عام رکھتا ہے جسے خاص اور محدود نہیں کیا جا سکتا۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ انسانی اخلاقِ فاضلہ کے کسی قانون کو کسی ایک شخص کی خواہش کی بنا پر یا کسی نئے فعل یا نئے رواج کی پیروی کے لیے تغیر کا نشانہ بنایا گیا ہو اگرچہ وہ فعل یا رواج تقلید پر مبنی نہ ہو بلکہ خود ساختہ ہو؟ لیکن مغرب کی یہ کورانہ تقلید جس میں ہم غرق ہو رہے ہیں اور جس کی پشت پر تفکر وتدبر کا کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ یہ بذات خود ایک قومی اور اجتماعی آفت ہے اور اس کا ازالہ ناگزیر ہے۔ کسی چیز کے ترک وقبول میں اُس کے اچھے یا بُرے پہلو کا جائزہ لیے بغیر اندھا دھند کسی

قوم کی تقلید کرنا عقلی تعطل کا باعث ہوتا ہے۔ اور عملی زندگی میں جب عقلی تعطل اور فکری اضمحلال رونما ہو جاتا ہے تو لازماً نفسِ انسانی میں فساد اور بغاوت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں جس سے قوم کا اجتماعی توازن بگڑ جاتا ہے اور معاشرتی بیماریوں کا طوفان برپا ہو جاتا ہے اگر اسلام ہر تقلید کے آگے سپر انداز ہو جاتا تو اُس کی دعوت کو کبھی ثبات حاصل نہ ہوتا اور اُس کے کلمے کو وہ سربلندی اور وسعت نصیب نہ ہوتی جو اسے حاصل ہوئی ہے۔
قرآن کی زبان سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ دعوتِ اسلامی کے مقابلے میں مشرکین جو حجت پیش کرتے تھے وہ اُسی طرز کی حجت تھی جو عصرِ حاضر کے "عقلاء" پیش کرتے ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۔ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۔

(البقرہ ۱۷۰-۱۷۱)

ان سے جب کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ نازل کیا ہے اُس کی پیروی کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اُسی طریقے کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے باپ دادا کو پایا ہے، اچھا اگر ان کے باپ دادا نے عقل سے کچھ بھی کام نہ لیا ہو اور راہ راست نہ پائی ہو (تو کیا پھر بھی اُنہی کی پیروی کیے چلے جائیں گے)۔ یہ لوگ جنہوں نے (خدا کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنے سے) انکار کر دیا ہے ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے چرواہا جانوروں کو پکارتا ہے اور وہ ہانک پکار کی صدا کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

بعینہٖ یہی روش ان لوگوں کی ہے جو اہلِ مغرب کی نقالی پر اُترے ہوئے ہیں۔ یہ کیسی

چیز کو اختیار کرتے وقت اُس کے حُسن و قبح کو پرکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے بلکہ تقلید کی رو میں بالکل بے دست و پا ہو کر بہے جا رہے ہیں۔ ان میں اور اہلِ جاہلیت میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ اہلِ جاہلیت کی تقلیدِ آباء کی منطق یہ تھی کہ بیٹے بزرگوں کے وارث ہوتے ہیں، بزرگوں کے افکار و عادات ان میں سرایت کر چکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ جن خیالات پر ان کی تربیت اور نشو و نما ہوئی ہوتی ہے اُس میں تغیّر و تبدل کے بارے میں سوچنا مناسب نہیں ہوتا۔ لیکن عہدِ حاضر کے مقلدین کا معاملہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کی نشو و نما کسی قدر اسلام کے ماحول میں ہوئی ہے، لیکن یہ اسلام سے خروج کر چکے ہیں، مغرب کی پُرفریب تہذیب کی لذّتوں نے ان کو رام کر لیا ہے اور یہ بلا دلیل و حجّت اور بلا تشخیص و تمیز اُس کی پیروی کر رہے ہیں۔ اب ان کی کوشش یہ ہے کہ جن فاسد نظریات کو انہوں نے اپنے لیے منتخب کر لیا ہے انہیں اسلام کی پشت پر لاد دیں۔ یہ در اصل وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بالکل صحیح صادق آتا ہے:

وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن بَعْدِ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۞ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ۞ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ۞ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۔	یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ اور رسول پر اور ہم نے اطاعت قبول کی۔ مگر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ جاتا ہے۔ ایسے لوگ ہرگز مومن نہیں ہیں۔ جب ان کو بلایا جاتا ہے اللہ اور رسول کی طرف تاکہ رسول ان کے آپس کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو ان میں سے ایک فریق کترا جاتا ہے البتہ اگر حق ان کی موافقت میں ہو تو رسول کے پاس بڑے اطاعت کیش بن کر آجاتے ہیں۔ کیا ان کے دلوں کو روگ لگا ہوا ہے؟ یا یہ شک میں

پڑے ہوئے ہیں یا ان کو خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرے گا اصل بات یہ ہے کہ ظالم تو یہ لوگ خود ہیں۔

إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔ (النور: ۴۷-۵۱)

ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور کامیاب بھی وہی ہیں۔

گنتی کے چند لوگوں کی خواہشوں پر احکامِ الٰہی کو ترک کر دینے والے حضرات ہمیشہ مصلحت کے نام پر گفتگو کرتے ہیں۔ اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ "حقیقی مصلحت" وہی ہے جس کا وہ دعویٰ کر رہے ہیں۔ حالانکہ وہ نفس کی خواہشوں کو مصلحت کا لباس پہنا کر پیش کرتے ہیں۔ اس طرح سے یہ حضرات حقائق پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر مصلحتِ انسانی پر کیا ستم ہوگا کہ خواہشاتِ نفس کو حقیقی مصالح کا نام دے دیا جائے۔ اور اصل مصلحت کو گمنامی کی نذر کر دیا جائے۔ یہ لوگ شترِ بے مہار ہیں جن کو کوئی اخلاقی بندھن، کوئی دینی ضابطہ، کوئی شریفانہ رواج اور کوئی بھلی روایت دائرہ انضباط میں نہیں لاسکتی۔ ان کی آرزو یہ ہے کہ اللہ کی شریعت کے ساتھ کھیلیں اور اُسے اپنے محبوب اور مرغوب سانچوں میں ڈھالتے رہیں۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی ایسے لوگ تھے۔ ایک مرتبہ ان کی ایک جماعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں سردی سخت پڑتی ہے، اور لوگ شراب پی کر جسمانی حرارت حاصل کرتے ہیں۔ اس لیے ہم شراب نہیں چھوڑ سکتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات سن کر فرمایا: اُقْتُلُوْهُمْ (ایسے لوگوں کی گردن مار دو)۔ پس جو لوگ اپنی خواہشات کے ہاتھ

میں گرفتار ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی خواہشات حاکم اور شریعتِ الٰہی محکوم ہو۔ وہ اُن کج فطرت اور فتنہ جُو لوگوں کی صف میں شامل ہیں جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کا فرمان صادر فرمایا تھا۔ کیونکہ ان کی قانون شکنی سے دوسرے لوگ بھی ضعفِ ایمانی کا شکار ہوں گے اور نتیجتہً فسق و فجور علانیہ ہونے لگے گا اور اتباعِ ہوا کے دروازے چوپٹ کُھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے یہ نصیحت فرمائی ہے مگر اس کا رُخ ہر صادق الایمان مومن کی طرف ہے:

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا عَنكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِينَ ۔ (جاثیہ ۱۸-۱۹)

پھر ہم نے تم کو دین کے راستہ پر چلایا ہے۔ پس تم اسی کی پیروی کرو اور نادانوں کی خواہشوں پر نہ چلو، وہ اللہ کے سامنے ہرگز تمہارے کام نہ آئیں گے بے شک ظالم لوگ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا رفیق ہے۔

یہ حضرات دعوت تو دیتے ہیں ہوا پرستی اور بندگیٔ نفس کی، مگر سمجھتے یہ ہیں کہ وہ "مصلحتِ قومی" کے علمبردار ہیں۔ حالانکہ حقیقی مصلحت ان کی رائے کے یکسر خلاف ہے اور عقلِ سلیم ان کی دعوت سے صاف اِبا کرتی ہے۔ ہوا پرستی کے ہاتھ میں جب فیصلوں کی زمامِ کار آجاتی ہے تو وہ عقل پر غالب آجاتی ہے اور عقل اس کی بندۂ بے دام بن کر رہ جاتی ہے۔ اسلام جن مصالح کو قابلِ اعتبار سمجھتا ہے وہ بالکل واضح ہیں۔ فقہائے اسلام نے ـــــ جن کا نام سُنتے ہی یہ حضرات اپنا سر مٹکانے لگتے ہیں ـــــ ان مصالح کو جامعیت کے ساتھ منضبط کر دیا ہے۔ چنانچہ فقہاء کہتے ہیں کہ شرعی مصلحت انسان کی جان، مال، نسل، عقل اور دین کی حفاظت کا نام ہے لیکن گروہِ منحرفین انہی تمام شرعی مصلحتوں پر خود "مصلحت" کے نام سے حملہ آور ہوتا ہے۔

یہ لوگ شراب نوشی اور فسق و فجور کو مصلحتوں کے نام لے لے کر ہی رواج دے رہے ہیں۔ کیا یہ عقل انسانی اور نسل بشری پر غارتگری نہیں ہے؟ اسی طرح سے یہ ربا کی ہر مقدار کو خواہ کم ہو یا زیادہ حلال و طیب قرار دے رہے ہیں اور اکل الاموال بالباطل کا کوئی ایسا دروازہ نہیں ہے جس میں یہ داخل نہ ہو رہے ہوں۔ کیا یہ انسانی مال کی ظالمانہ لوٹ کھسوٹ نہیں ہے؟ پھر یہ لوگ الحاد و زندقہ اور دین سے بغاوت کی کھلم کھلا تشہیر کر رہے ہیں۔ اسلام کی بنیادی حقیقتوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر رہے ہیں۔ اسلام کے کسی ایک شعار کو بھی یہ باوقار نہیں دیکھنا چاہتے۔ دین کی علانیہ بے حرمتی کرتے ہیں محرمات کا آشکارا ارتکاب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک شخص بھری مجلس میں اٹھتا ہے اور منہ پھٹ ہو کر اسلامی حقائق و اقدار کو کھوکھلا اور بے بنیاد ثابت کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس طرح کے ہر "مفکر" کے لیے اسلام ایک خوانِ یغما بنا ہوا ہے۔ ان منحرفین کی سوسائٹی میں یہ عام مشہور ہے کہ جو شخص بھی ناموری حاصل کرنا چاہتا ہو وہ ادیانِ سماوی اور بالخصوص اسلام پر نکتہ چینی اور طعن و تشنیع شروع کر دے کیا یہ ملتِ مسلمہ کی بیخ کنی نہیں ہے؟ دین و ایمان کی چولیں ڈھیلی ہو جانے کے بعد مسلمانوں کا ٹھکانا کہاں ہے؟ کیا واقعی "مصلحت" یہی ہے کہ مسلمانوں کو ایک بے یقین، بے سیرت اور بد اخلاق قوم بنا ڈالا جائے؟

اسلام کا ہر حکم بذاتِ خود ایک مصلحت ہے اور اس کی مخالفت بذاتِ خود ایک مضرّت۔ جو شخص اسلام کے حکم قطعی سے ہٹ کر مصلحت تلاش کرتا ہے، وہ ضلالِ بعید میں مبتلا ہے۔ عرب عصرِ حاضر کے منحرفین سے زیادہ مصلحت شناس تھے۔ ایک بدوی سے پوچھا گیا کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیوں ایمان لاتے ہو؟ اس نے جواب دیا: "ما رأیت محمدا یقول فی امر: افعل والعقل یقول لا تفعل" وما رأیت محمدا یقول فی امر: لا تفعل والعقل یقول: "افعل" (میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ محمدؐ نے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا ہو اور عقل نے کہا ہو: "نہ کر"۔ یا محمدؐ نے کسی کام سے روکا ہو اور عقل نے کہا ہو: "کر")۔ بے شک

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مہمل نہیں چھوڑا ہے بلکہ اُسے صراحت سے بتا دیا ہے کہ ہدایت کیا ہے اور گمراہی کیا ہے، مصلحت کیا ہے اور مضرت کیا ہے، حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ ارشاد باری ہے: اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى (کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اُس کو یونہی مُہمل چھوڑ دیا جائے گا (قیامہ: ۳۶)۔

شریعتِ الٰہی ہی تمام انسانی امراض کی شفاء ہے اور معاشرے کی تمام خرابیوں کا علاج ہے۔ یہ انحراف، جو نوجوانوں کو لپیٹ میں لے رہا ہے، یہ فحاشی جو محفلوں پر چھائی جا رہی ہے اور یہ بدعات جن کے پیچھے عورت روز بروز دوڑی جا رہی ہے، ان سب کی دوا شریعت کے سوا کہیں نہیں ملے گی اور ان سے نجات کی جگہ دین کی شہر پناہ کے سوا کہیں حاصل نہ ہو گی۔ اس وقت بگاڑ معاشرے کی رگ رگ میں سرایت کر چکا ہے حتیٰ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب ٹیلیویژن پر عالمی پروگرام پیش کیا جاتا ہے تو اس میں مناظرِ فطرت اور صنعتی ترقی اور تہذیبی مظاہر دکھانے کے بجائے عورتوں کی چوٹیوں کے مختلف مناظر، زنانہ پوشاکوں اور پازیبوں کے رنگا رنگ نمونے دکھائے جاتے ہیں اور بتایا جاتا ہے کہ کل کی نسبت آج ان میں کیا تبدیلی آگئی ہے۔ کیا یہ بات حیران کُن نہیں ہے کہ یہی ثقافت گزیدہ لوگ ہمارے پاس آکر کہتے ہیں کہ اسلام کو برتر مقام سے نیچے اتار دو تاکہ وہ موجودہ حالات سے ہم آہنگ ہو جائے۔ بجائے اس کے کہ یہ لوگ اس انحراف کو بیماری کی علامت سمجھ کر اسلام کو ذریعۂ علاج بناتے اور حکومت سے اس کے انسداد کی مدد حاصل کرتے، یہ اس کی مزید حوصلہ افزائی کرتے ہیں الٹا اسلام سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے احکام تبدیل کرے کیونکہ اسی میں مصلحت ہے۔

ایک شخص جس کی عملی زندگی فسق و فجور سے ملوث ہوتی ہے، اٹھ کر اسلام پر اظہارِ خیال کرنا شروع کر دیتا ہے، اور جب اُسے ٹوکا جاتا ہے تو "مفکرین" کی ایک فوج جو اس کی ہم نوالہ و ہم پیالہ ہوتی ہے یہ فتویٰ دینا شروع کر دیتی ہے کہ "وہ جس چیز کو لوگوں پر

محدود اور تنگ نہ کرو، دین میں آسانی ہے، دشواری نہیں ہے" یہ الفاظ ان "مفکرین" کو خوب ازبر ہوتے ہیں۔ تاکہ اسلام ہی کی چیزوں کو اسلام کے خلاف استعمال کرکے فساق و مترفین کو خوش کرسکیں اور ان کا تقرب حاصل کرسکیں۔ مگر درحقیقت یہ اسلام پر بدبختی مسلط کرتے ہیں، اسلام کے چہرے کو سیاہ کرتے ہیں اور اسلام کی ہیبت و شوکت کو لوگوں کے دلوں سے مٹاتے ہیں۔

آپ حضرات تک یقیناً یہ خبر پہنچی کہ ایک رقاص نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اسلام رقص و سرود کو مباح قرار دیتا ہے، اور اس کے حلقہ تقرب میں شامل "ماہرینِ اسلام" نے اس رائے کی تائید کی ہے۔ کاش یہ "ماہرینِ اسلام" اس منکر پر کم از کم خاموش ہی رہتے اور اس کی ہمت افزائی نہ کرتے۔ مگر چونکہ ان کے نزدیک ایسے موقع پر خاموشی "کتمانِ علم" ہے جو "سخت گناہ" ہے، اس لیے وہ سخن طراز ہوتے اور رقص کو مباح ثابت کردیا۔ اگرچہ انہوں نے باقاعدہ اس کا اعلان نہیں کیا لیکن اگر وہ یہ بھی کردیتے تو "مجددِ اسلام" اور "روشن خیال عالم" کے خطابات اور درجہ اول کے تمغے ان کے لیے حاضر تھے

اس وقت اسلام جس آزمائش میں مبتلا ہے، ماضی میں اس نے یہ آزمائش کبھی نہیں دیکھی جتنی کہ تاریک ترین ادوار میں بھی وہ ایسے حالات سے نہیں گزرا۔ عباسی عہد میں زنادقہ کے ہاتھوں اسلام پر آزمائش نازل ہوئی، صلیبی جنگوں کے زمانہ میں مسلمان اپنی ہی سرزمین میں ابتلا سے فتنہ ہوتے، تاتاریوں کی یورش اسلام نے سہی، اور آخر میں استعماری دور، جو صلیبی جنگوں کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی، اسلام کے لیے آزمائش کا پیغام لے کر آیا لیکن اسلام صحیح و سلامت باقی رہا، اللہ کی کتاب حفظ و تواتر کی بدولت باقی رہی، بلکہ حفظ و تواتر میں اضافہ ہوا، سنت زندہ رہی، علماء کے حلقہ ہائے درس اس کی روایت و درایت میں مشغول رہے، اور فسادِ امت کی یاس انگیز فضا میں کتاب و سنت سے سامان تسلی حاصل کرتے رہے، اجتہادی ادوار کا فقہی سرمایہ جو سلف سے منقول چلا آرہا تھا،

مقلدین کی بدولت محفوظ رہا۔ بے شک اس دور کے علماء منقولات پر جامد رہے، کوئی تجدید و اضافہ انہوں نے نہیں کیا، لیکن اس جمود کا یہ فائدہ تو ہوا کہ انہوں نے ورثۂ اسلام کی نگرانی کی، قرآن پر پہرہ دیا، تحریف سے اُسے بچایا اور اس کی خانہ ساز تاویل کرنے والے کے ہاتھ پکڑ لیے۔ ان محافظین اور جامدین کو آپ جو کچھ چاہیں کہ لیں مگر یہ تو مسلّم ہے کہ انہوں نے امانتِ اسلام کی نگرانی کا حق ادا کر دیا اور آنے والی نسلوں تک بے لیغ وانحراف سے پاک و محفوظ پہنچا دیا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ ہم میں سے ایک گروہ تو اپنے سابق بزرگوں کی طرح محض جمود پر قائم ہے، اور دوسرے گروہ نے "مجدّد" بننے کی ٹھان لی ہے۔ تجدید کے ان مدعیوں میں سے کوئی قرآن پر ہاتھ صاف کر رہا ہے، اس کی من مانی تفسیریں کر رہا ہے اور اسے مصلحتِ وقت کے آگے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر رہا ہے۔ کچھ لوگ سنّت پر حملے کر رہے ہیں، اور اس کے اکثر و بیشتر ذخیرے کو ساقط الاعتبار قرار دے رہے ہیں۔ کچھ حضرات نے اجماعِ امت ہی کو سرے سے ساقط کر دیا ہے۔ اور بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جن کے نام تو مسلمانوں کے سے ہیں مگر اُن کا خیال ہے کہ ملّتِ اسلامی نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد سے لیکر آج تک نماز اور دوسرے ارکانِ اسلام کا صحیح مطلب ہی نہیں سمجھا۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا

ان حضرات سے ہماری درخواست ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح۔ تم لوگ دین کے خدّ و خال کو مسخ کرنے کا کام سرانجام نہ دو۔ خود فریبی کسی عقلمند کے شایانِ شان نہیں ہے۔ اگر تم لوگ مسندِ فتویٰ کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہو تو کم از کم اپنے خود ساختہ نظریات کو اللہ اور رسول کے سر نہ تھوپو، دین کو خواہشات کا کھلونا نہ بناؤ، کسی دنیا پرست کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی آخرت کو باطل کے عوض نہ بیچو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول پیشِ نظر رکھو کہ: ثلاث منجیات وثلاث مھلکات، فاما المنجیات فتقوی اللہ فی السر والعلن، وقول الحق فی الرضا والسخط، والصدق فی الغنی والفقر

واما المھلکات فھوی متبع، وشح مطاع، واعجاب المرء بنفسہ وھی اشدھن۔
(تین خصلتیں انسان کو نجات دینے والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی۔ تین نجات دینے والی یہ ہیں: پوشیدہ و علانیہ اللہ سے ڈرنا، رضامندی و ناراضی دونوں حالتوں میں حق بات کہنا، تو انگری و ناداری دونوں صورتوں میں سچائی پر کاربند رہنا۔ اور تین ہلاک کرنے والی خصلتیں یہ ہیں: خواہشات کی پیروی کرنا، بخل کا طریقہ اختیار کرنا اور خود پسندی میں مبتلا ہونا اور یہ سب سے مہلک ہے — بروایت بیہقی۔

ماہنامہ چراغ راہ کراچی

یا

جبری النواء

نئے آرڈی ننس کے تحت چراغِ راہ کے ڈیکلریشن کی تجدید ابھی تک نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے اپریل کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔ اگر اس ماہ کے اندر اندر تجدید ہوگئی تو اپریل اور مئی کا مشترکہ شمارہ یکم مئی کو شائع ہوگا۔

مینجر
ماہنامہ چراغ راہ کراچی